(شرح دعاء مکارم الاخلاق)

ان دو لوں [illegible] برای [illegible]
[illegible]
استفاده [illegible]
تاریخ وفات [illegible]

[illegible] الرضوی قمی
[illegible] پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی اغنانا بمعادن حکمتہ عن زخارف الدنیا ومنّا بفضل رحمتہ الی خزائن وحیہ
محمد و آلہ ائمۃ الہدی صلوات اللہ علیہم ما دامت السماوات العلی اما بعد آنکھیں جسطرح
خداوند عالم نے انسان کو عطا فرمائی ہیں حیوانات کو بھی دی ہیں انسان بھی دیکھتا ہے حیوان بھی
بلکہ بعض حیوانات کی بصارت انسان سے زیادہ قوی ہوتی ہے انکی بینائی شب کی تاریکیوں میں
بھی اسیطرح کام کرتی ہے جسطرح روز روشن میں۔ کہتے ہیں کبوتر کی آنکھیں جتنی دور تک دیکھ لیتی ہیں
انسان نہیں دیکھ سکتا لیکن پھر بھی جو کچھ انسان دیکھ لیتا ہے حیوانات نہیں دیکھتے انسان صحرا میں
پڑے ہوئے ایک پیسہ کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہے کہ وہ کتنے حکومت کا سکہ ہے کس دھات کا بنا ہوا ہے
آیندہ اس سے کیا کام لیا جا سکتا ہے اسکی عمر کیا ہے اور یہ کہ اسکا کوئی بنانے والا بھی ہے
ایک کتاب میں لکھے ہوئے الفاظ کو دیکھ کر اسکے لکھنے والے کو بھی اچھا دیکھ لیتا ہے ان الفاظ
کے لکھنے کے وقت لکھنے والے کے دماغ میں کیا مطالب تھے انہیں بھی دیکھ لیتا ہے لکھنے والا
کس علم و کمال کا انسان تھا ادب جانتا تھا یا نہیں نحو و صرف سے کتنا باخبر تھا فن کتابت میں
کتنی مہارت رکھتا تھا سب کچھ سمجھ جاتا ہے لکھنے والے کی حرکت قلم کو دیکھ لیتا ہے بلکہ بعض
تحریروں کو دیکھ کر تو یہ بھی سمجھ جاتا ہے کہ لکھنے والا خوش خلق تھا یا بد خلق منصف مزاج تھا
یا ناانصاف لیکن ایک حیوان اسکی تحریر پر پاؤں رکھتا ہوا گذر جاتا ہے اسے کچھ نہیں نظر آتا
نزار بن معد کے چار لڑکوں (مضر ربیعہ ایاد انمار) میں تقسیم میراث میں کچھ اختلاف پیدا ہو گیا
چنانچہ وصیت پدر کے مطابق افعی جرہمی سے اپنے معاملہ میں فیصلہ کرانے کی غرض سے انہوں نے
مکہ سے نجران کا سفر کیا راہ میں ایک عرب اپنا اونٹ تلاش کرتا ہوا انلوگوں کے پاس پہنچا
اور اپنے اونٹ کے بارہ میں انلوگوں سے سوال کیا اسپر مضر نے کہا کہ کیا تمہارا اونٹ کانا ہے
کہا ہاں ربیعہ نے [illegible] کہا کیا اسکا ایک پیر لنگڑا ہے کہا ہاں ایاد نے پوچھا کہ دم کٹا بھی ہے کہا ہاں پوچھا کیا وہ بھڑکتا بھی ہے کہا ہاں

[illegible]

ہمارا اونٹ بالکل ویسا ہی ہے جیسا تم لوگ بتا رہے ہیں اب بتاؤ کہاں ہے ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے
ہم لوگوں نے نہیں دیکھا اس نے کہا کہ تم ہمارا اونٹ کی تمام صفتیں تو ٹھیک ٹھیک بتا رہے ہیں پھر کیونکر
مان لوں کہ تم نے نہیں دیکھا غرض وہ ان لوگوں کے پیچھے لگ گیا یہاں تک کہ سب نجران پہونچے
اور واقعی جرہمی سے بیان ہوا مہمان ہوئے اونٹ کے مالک نے جرہمی کے سامنے پہلے اپنا مقدمہ
پیش کیا کہ ان لوگوں نے تمام صفتیں میرا اونٹ کی بتائیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا
جرہمی نے پوچھا کہ جب ان لوگوں نے دیکھا نہیں تو اسکے حالات کیونکر بتائے اسپر مضر نے
کہا کہ میں نے دیکھا کہ ایک طرف کی گھاس کھائی ہوئی ہے اور دوسری طرف کی چھوٹی ہوئی ہے
جس سے سمجھے کہ وہ کانا تھا ورنہ دونوں طرف چرتا ربیعہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اسکے تین پاؤں
کے نشان بالکل درست اکھڑے ہیں اور ایک پاؤں کا ناقص جس سے سمجھ لیا کہ ایک پاؤں بندھا تھا
ایاد نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ مینگنیاں اسکی اکٹھا گرتی تھیں لیکن اگر دم ہوتی تو دم کی حرکت سے کچھ
ادھر کچھ ادھر گرتیں جس سے سمجھ لیا کہ دم بریدہ تھا انمار نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وہ ایک جگہ گھنی اور
اچھی ہریالی کو چرتے چرتے چھوڑ کر ایسی جگہ جا کر چرا ہے جہاں گھاس بہت کم تھی اور خراب تھی
جس سے سمجھ لیا کہ بھڑکتا تھا جرہمی نے یہ بیانات سننے کے بعد موعی سے کہا کہ بھائی جاؤ ان لوگوں نے
تمہارا اونٹ نہیں لیا ہے پھر جرہمی نے ان لوگوں کا نام و نشان پوچھا انلوگوں نے بتایا تو کہنے لگا کہ
یہ لوگ با این تیزی ذہن و ذکاوت تیرے پاس اپنا مقدمہ لائے ہیں الخ (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۶)
غرض یہ کہ انسان میں وہ کونسی قوت ہے جس کے ذریعہ سے وہ ایسی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے
جسے بصارت رکھنے والے دوسرے حیوانات نہیں دیکھ سکتے اس قوت کا نام ہے عقل و ادراک
یہی وہ قوت ہے جس نے انسان کو حیوانات سے ممتاز کیا ہے اور اسکو دیگر موجودات پر
فضیلت بخشا ہے یہی وہ چراغ ہے جسکی روشنی میں اسنے بڑی بڑی ناکامیوں کو

طے کیا ہے بہت سی معنوی دنیاؤں کا پتہ لگایا اور انہیں آباد کیا ہے اس چراغ کو جس نے روشن رکھا
اسنے کبھی ٹھوکر نہ کھائی اس کو جس نے ترقی دی اسنے عظیم الشان حکومتیں حاصل کیں لیکن جس نے
اس چراغ کو بجھا دیا وہ انسانیت کے درجے سے گر کر حیوانات بلکہ اینٹ پتھر سے جا کر ملگیا
اور ہمیشہ کیلئے فنا ہوگیا افسوس ہے ان لوگوں پر جو اپنی آنکھوں سے آگے اور کچھ نہیں دیکھتے
وہ پھولوں کو دیکھتے ہیں لیکن پھولوں کو رنگ و بو حسن و جمال بخشنے والا انہیں نظر نہیں آتا وہ
غذا کرتے ہیں لیکن غذا میں لذت بخشنے والا زبان کو قوت ذائقہ عطا کرنے والا انہیں
دکھائی نہیں دیتا انہیں اپنا ہیکل مادی اور جسم ظاہری تو نظر آتا ہے لیکن راحت رسانی
کیلئے وہ اپنی تمام تر کوششیں ختم کرتا ہے عالیشان قصر اوسی کی آسائش کیلئے بنائے جاتے ہیں
بہتر سے بہتر غذائیں اسی کی لذت کیلئے فراہم کیجاتی ہیں تجارت و زراعت نوکری و غلامی
ذلتیں اور زحمتیں سب اوسی کی محبت میں قبول کیجاتی ہیں لیکن اس جسم کے اندر بیٹھی ہوئی
روح انسانی جو اصل انسان ہے جو حاصل موجودات ہے جو راز حیات ہے جو غرض خلقت ہے
جسکو ہمیشہ رہنا ہے جسکی ترقیوں کی انتہا نہیں اسے نظر نہیں آتی اگر نظر آتی تو اسکے لئے کچھ تو
کچھ زحمتیں اٹھاتا اسکی غذاؤں کی بھی فکر کرتا اسکی ترقیوں کی بھی فکر کرتا حیف ہے کہ اسی غفلت
کے نتیجہ میں کل اسکو کف افسوس ملنا ہوگا خالق کائنات کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اسنے بغیر
استحقاق کے ہم کو معدوم سے موجود کیا کس حسن و خوبی کے ساتھ ہمارے لئے بزم عالم کو آراستہ کیا
اور صرف لوازم زندگی ہی نہیں بلکہ ضروریات سے مزید ہمارے جائز لذت و کیف تفریح و دلبستگی عیش و
آرام کے تمام سامان بھی فراہم کردیے اسلئے نہیں کہ ہم دنیا کی چار روزہ زندگی میں انہیں لذائذ
و تفریحات کو اپنا مقصد حیات بنالیں اور ختم ہوجائیں کیونکہ صرف اتنی سی بات کیلئے اس اہتمام سے
کائنات کو پیدا کرنا اور انسان کیلئے ہزاروں آلام و مصائب بھی ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں موت بھی پہلو میں

بیٹھا ہے عقل سے دور اور عمل لغو تھا اس خلقت کا فائدہ کیا ہوا بلکہ صرف اس لئے کہ ہم اپنے
لوازم حیات کی طرف سے آسودہ ہو کر کمال نفس حاصل کریں جسکے لئے پیدا کئے گئے ہیں
پھر کمال حاصل کرنیکی ایسی قوتیں بھی رکھنے ہمارے نفس میں ودیعت فرمائی ہیں کہ اگر ہم ان سے
کام لیں انتہائی ترقیوں کا موقع دیں تو بجائے اسکے کہ ہم آج اپنی زندگی میں پست سے پست
موجودات کی طرف محتاج ہیں جسکو ہم تظاہر حکومت سمجھتے ہیں لیکن وہ در حقیقت گدائی ہے
فقیری ہے ہم کتنکوں گدائی لیکر حیوانات و جمادات و نباتات سے بھیک مانگتے ہیں ہم بیمار
بچے ہوتے ہیں ہمیں کھانا دو ہم ننگے ہیں ہمیں لباس دو نفس نفس میرا فریاد اور رو یاں
رو یاں مرا گواہ ہے اور ہم سراپا احتیاج ہیں خدائے مالک الملوک کی اطاعت کر کے ہم
ساری کائنات کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا سکتے ہیں عالم کا ذرہ ذرہ ہمارے اشارے پر چل سکتا ہے
اور حقیقی سلطنت و حکومت اسی کا نام ہے مدائن میں سلمان فارسی گورنر بنا کر بھیجے گئے ہیں
اہل مدائن اپنے گورنر کے استقبال کیلئے شہر سے باہر مجتمع ہیں طول انتظار سے مجمع
خستہ ہو چکا ہے لیکن کوئی لشکر کوئی جلوس نظر نہیں آیا ناگاہ مدینہ کی جانب سے ایک پیر مرد
آتا ہوا نظر آیا جسکے ایک ہاتھ میں عصا اور ایک میں مٹی کا بدھنا اور بغل میں ایک بوریا ہے
کوئی آگے بڑھ کر پوچھتا ہے سلام علیکم وعلیکم السلام آپکا اسم مبارک جواب ملا میرا نام سلمان ہے
اچھا آپ ہی حاکم بن کر تشریف لائے ہیں کیا ہاں۔ وہ حاکم کیا جسکے پاس فوج نہ ہو خزانہ نہ ہو دو تین
دن سے چوریاں شروع ہو گئیں دوکانداروں نے کم تولنا شروع کیا کسی نے سلمان کو حالات کی
خبر دی سلمان نے کہا کہ شہر میں اعلان کر دیا جائے کہ جو شخص دوکان پر کوئی چیز خریدنے جائے وہ دوکاندار
کے باٹ سے اپنے دل میں سے یہ دے کہ اگر دوکاندار کم تولے تو وہ اسکے جرم کی سزا دوا
شہر کے لوگوں سے کہہ دیا جائے کہ سلمان کا حکم ہے کہ جو شخص چوری کرتا پایا جائے اسے پکڑ لاؤ

پھر کس تھا ویسا امن وامان قائم ہوا کہ کہیں ظلم و جرائم کا نام نہیں سنا جاتا تھا جہاں کسی دوکاندار نے کم تولنے کا ارادہ کیا کہ ترازو سے باٹ اچھل کر اسکا کوئی عضو توڑ دیا جہاں کوئی چوری کی نیت سے نکلا کہ کتوں نے پھاڑ کھایا اور محافظ ایسے جو کبھی رشوت نہ کھائیں یہ ہے حکومت و سلطنت حقیقی شہان جو خدا اپنے محبوب بندوں کو عطا فرماتا ہے جسکو کبھی فنا اور زوال نہیں

تاہم بہت سے ساحر و فقیر صوفی بھی اپنے ریاضت کے ذریعہ سے کچھ نہ کچھ پا لیتے ہیں کیونکہ تلوار کا کام کاٹنا ہے حق پر چلے یا ناحق پر اسیطرح سے نفس میں جو قوتیں خدا نے ودیعت فرمائی ہیں انکا ظہور ہوکر رہتا ہے لیکن اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے لیکن نتائج کو ثبات و بقا نہیں ہے کیونکہ انکی بنیاد باطل پر ہوتی ہے ان کی مثال اون وہمی تصویروں کی ہے جن سے ایک شاعر وقتی طور پر اپنے آپ کو کسی مہ پارہ محبوب کے پہلو میں بیٹھا ہوا پاتا ہے یا ایک کمزور دل والا انسان اندھیری رات میں جنوں دیکھ کر ڈر جاتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ یہ اپنے تصورات کو خود دیکھتے ہیں دوسروں پر وہ کیفیت طاری نہیں کر سکتے لیکن ایک باطل ریاضت کرنے والا بعینہ اپنے خیالات کو بعض دوسرے لوگوں پر بھی طاری کر دیتا ہے لیکن انمیں واقعیت نہیں ہوتی کچھ دیر کے بعد یہ اسطرح محو ہو جاتے ہیں جیسے ہوش میں آنے کے بعد بیمار کے تصورات کافور ہو جاتے ہیں لیکن خدا اور اسکے انبیا کی بتائی ہوئی ریاضتیں ابدی اور لازوال ہیں

غرض یہ کہ ناقص کو کبھی ثبات و استحکام نہیں ہوتا کیونکہ نقص کے معنی کمی کے ہیں اور جس شی میں
کمی ہوتی ہے وہ اپنی کمی کے پورا کرنے میں دوسروں کی طرف محتاج ہوتی ہے چنانچہ مادہ اور مادی چیزوں
کی یہ عام صفت ہے کہ وہ اپنے وجود کو باقی رکھنے کیلئے دوسرے موجودات کو اپنی طرف کھینچتی ہیں
اور جس شی کے وجود و بقا کا دار و مدار دوسری ناقص چیزوں پر ہو یقینا اسکو ایک دن فنا ہونا
ضروری ہے لیکن کمال کے معنی ہیں تمام ہونے کے کامل وہ ہے جسمیں کوئی کمی اور نقص نہ ہو
جسکو تلاش کرنا ہو تمام چیزیں اسکی محتاج ہوں اور وہ کسی کا کسی بات میں محتاج نہ ہو یہ صفت
صرف ذات باری تعالی کی ہے لیکن انسان کے کمال کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام موجودات سے
اپنی احتیاج کو ختم کرکے صرف اس مستجمع جمیع صفات کمال کا محتاج رہجائے اور چونکہ خدا کیلئے
کبھی موت و فنا نہیں ہے اسلئے وہ ہستیاں جو اس سے قرب معنوی پیدا کر چکی ہیں اور صرف
اسکی محتاج ہیں انکے لئے بھی کبھی فنا و نیستی کا سوال پیدا نہ ہوگا کیونکہ جسطرح ناقص کی صفت
ہے لینا کامل کی صفت ہے عطا کرنا پس جبکہ عطا کرنے والا کمال محض ہے جسکے خزانہ
قدرت میں کوئی کمی نہیں اور لازوال ہے تو اسکے عطایا بھی لامتناہی اور لازوال ہونگے
پوشیدہ نہ رہے کہ نقص اگرچہ سرتاپا عیب ہی عیب ہے جسمیں کوئی صفت ممدوح نہیں
لیکن چونکہ انسان عدم سے عالم وجود میں آیا ہے اور نقص و احتیاج اسکی ذاتی صفت ہے
وہ اپنے وجود میں اپنی بقا اور کسب کمال میں غرض ہر قدم پر محتاج ہے غذا کا محتاج
مکان و لباس کا محتاج اعانت موجودات کا محتاج اسلئے اسکو اجازت دیگئی ہے کہ
موجودات عالم سے اپنی زندگی کے تمام ضروریات کو پورا کرے بوقت ضرورت درختوں
کو کاٹ سکتا ہے حیوانات کو ذبح کر سکتا ہے ان سے خدمت لے سکتا ہے اور خوف
نقصان کے وقت مضر اور موذی چیزوں کو فنا کر سکتا ہے لیکن نقص کے جو صفات جنمیں

بجز فتنہ و فساد اور موجودات عالم کی تباہی و بربادی کے کوئی فائدہ نہیں ہے اور کچھ جزوی فائدہ
نظر بھی آتا ہے تو اسکے مقابلہ میں بڑے بڑے ناقابل برداشت نقصانات موجود ہیں
انکو قدرت نے یکسر ناجائز و حرام قرار دیا ہے اور اس کام کے کرنیوالے کیلئے سخت سے سخت
سزائیں معین کی ہیں اور قطع نظر سزاؤں سے اس کام کے کرنے والے جو سب سے بڑی سزا
جو ملتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے تمام کمالات اور ترقیوں کو کھو بیٹھتا ہے اور دنیا سے
اٹھا پھرا ننگا اور بھوکا مفلس و نادار بیکس و کمزور جاتا ہے کیونکہ یہاں تو عمل کا سودا
ہے کرو تو پاؤ نہ کرو تو بھوکے مرجاؤ خزانہ دنیا میں کسی کو منہ میں لقمہ دینے آتا ہے نہ آخرت میں
دیکھا جسطرح دنیا میں ہستے زمین پیدا کردی ابر بنادیا پانی برسادیا تخم پیدا کردئے اب جوتنا
بونا اور کاٹنا اور روٹی پکا کر کھانا تیرا کام ہے اسیطرح آخرت کیلئے اسنے عقل دیدی
انبیا بھیجے کتابیں نازل کیں وسائل سب فراہم کردئے اب عمل کرکے فردوس حاصل کرنا
تیرا کام ہے نقص کے ان مذموم صفات میں سے ایک ظلم ہے اسکا مبدا بھی نقص ہے
وہ مال و دنیا یا عزت دنیا جو حاصل نہیں ہے اسے حاصل کرنیکے لئے انسان ظلم کرتا ہے اور کبھی
صرف تشفی قلب حاصل کرنے کیلئے حالانکہ یہی باتیں دوسرے جائز طریقوں سے بھی حاصل
کی جاسکتی ہیں ہنوز ظلم کرنے پر انسان مجبور بھی نہیں ہے
حسد۔ رشوت ستانی۔ چوری۔ دھوکا دہی۔ رہزنی۔ غضب۔ قمار بازی۔ غیبت۔
نمامی ان صفات کی ابتداء بھی نقص ہی سے ہے دوسروں کی دولت و عزت چھیننے
کیلئے ان صفات سے مدد لیجاتی ہے
زنا۔ غنا۔ شراب خواری قتل۔ ایذا رسانی۔ عیب جوئی۔ جھوٹ۔ بخل۔ سب و شتم
وغیرہ یہ نقص انسانی کے وہ امراض ہیں جو اسکو ہلاک کرکے چھوڑتے ہیں اور موت

کے بعد ان کا انجام عذاب جہنم ہے۔ جہنم کے اونچے اونچے آتشین پہاڑون کے درمیان
روح خبیث بھٹکتی اور چیختی پھرتی ہیں کوئی اسکی فریاد کا سننے والا نہ ہوگا کوئی اسپر رحم نہ کریگا
کون رحم کرے جبکہ خود اسنے اپنے اوپر رحم نہ کیا اور کیون رحم کرے جبکہ اسنے خدا کے
کمزور بندون پر دنیا مین رحم نہ کیا اسکے ظلم نے ہزارون خدا کے بندون کو رولا دیا اسکے
ظلم سے بہت سے بندگان خدا کو انکی ترقیون سے محروم کر دیا بہت سی نسلین اسکی وجہ
سے قطع ہوگئین پھر اگر خدا اسپر رحم کرے تو مظلوم کہان جائین اور اگر ظالم و مظلوم
دونون کو بخش دے تو پھر کوئی دنیا مین اچھے کام کیون کرے بلکہ نیکی بدی بنجائے اور بدی
نیکی ہوجائے اور دوزخ میں ساری دنیا تباہ و برباد ہوجائے اور اگر دنیا مین صرف
بندون کو ڈرانے کیلئے عذاب کی دھمکی دے لیکن درحقیقت عذاب کا وجود نہ ہو تو
تو یہ کھلا ہوا جھوٹ ہے جس سے خدا کی ذات بہت بلند ہے اور سراسر ظلم ہے کیونکہ ایسی
صورت مین اچھے کام کا انعام اکہرا ہوگیا یعنی صرف آخرت مین ثواب ملیگا اور بُرے
کام کا انعام دہرا کیونکہ دنیا مین بھی ظالم نے لاکھون کا گلا کاٹ کر ہزارون کو رولا کر
عزت و دولت عیش و آرام سے زندگانی کی اور آخرت مین بھی جنت ملی پھر
تو برائی سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیرا
ہان شفاعت محمد و آل محمد سے بہت سے لوگون کو نجات ملیگی لیکن اولاً تو سب کیلئے انکی شفاعت
ثابت نہیں جو شخص کہ علم رکھتے ہوئے سرکشی و دلیری کے ساتھ گناہ کرتا رہا خصوصاً اگر حقوق
ناس اپنے اپنی گردن پر لئے قرآن و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر سزا کے اسکی نجات
نہ ہوگی اور اگر شفاعت محمد و آل محمد اسکو نصیب بھی ہوگی تو لاکھون برس عذاب جہنم جھیلنے
کے بعد خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ لابثین فیہا احقابا الآیۃ یعنی خدا کے احکام مین

([illegible])

خدا کے احکام میں حد سے تجاوز کرنیوالوں کا ٹھکانا جہنم ہے جس میں انہیں کئی حقب رہنا
ہوگا عیاشی نے اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے
فرمایا کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق ہے جو جہنم سے نکلنے والے اور نجات پانے والے
ہیں (اور ظاہر ہے کہ جہنم سے نجات پانے والا بجز فساق مومنین کے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا)
قتادہ اور ربیع کا قول ہے کہ ایک حقب اسّی برس کا ہوتا ہے آخرت کے دنوں میں سے یعنی
دنیا کے دنوں سے اسّی ہزار برس کا اور احقاب حقب کی جمع قلت ہے جسکا اطلاق
تین سے دس تک کی تعداد پر ہوتا ہے پس اگر احقاب سے تین حقب مراد لیا جائے تو
دو لاکھ چالیس ہزار برس ہوتے ہیں اور اگر دس حقب مراد لیا جائے تو آٹھ لاکھ برس ہونگے
چنانچہ معصوم فرماتے ہیں کہ ہمارے شیعوں میں سے (اہل کبائر) کچھ ایسے بھی ہونگے جنکو لاکھوں برس عذاب
نار میں مبتلا رہنے کے بعد مری شفاعت پہونچیگی

(کمال)

اور کمال یہ ہے حیات ابدی ہے عزت لازوال ہے سلطنت حقیقی ہے صاحب کمال دنیا میں
بھی زندہ ہے اور موت کے بعد بھی حیات ابدی کا مالک ہے تمام کائنات اسکی محتاج ہے اور
وہ بجز خدا کے کسی کا محتاج نہیں وہ قیامت کے دن اندھا بہرا نہیں اٹھیگا بلکہ اسکی آنکھیں دیکھتی
ہونگی اور کان سنتے ہونگے وہ برہنہ نہ ہوگا بھوکا پیاسا نہ ہوگا اسے کسی قسم کا خوف وہراس
نہ ہوگا مفلسی و فقیر نہ ہوگا بلکہ اسے حقیقی سلطنت حاصل ہوگی کیونکہ اسنے خدا کی اطاعت کرکے
اپنی روحانی قوتوں کو بڑھایا ہے اپنے نفس کو ترقی کرنے کا موقع دیا ہے

(کمال حاصل کرنے کا طریقہ)

واضح ہو کہ ہمارا کوئی نعمت دنیا کی کمال سے زیادہ گرانقدر و قیمتی نہیں ہے اسی طرح کسی دولت کا
حاصل کر لینا کمال کے حاصل کرنے سے زیادہ مشکل نہیں ہے اسلئے کہ عزت و مال دنیا وغیرہ کے

مجبور کر دینا

حاصل کرنے کے لیے اپکو دیگر موجودات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور غیروں کو قتل کرنا اور نہیں مجبور کر دینا
آسان ہے لیکن کمال حاصل کرنے میں اپنے نفس سے جنگ کرنا پڑتی ہے اسے قتل اور محکوم
کرنا پڑتا ہے جو بڑی سخت منزل ہے لیکن اسکے باوجود کمال کا حاصل کرنا جتنا آسان ہے
اتنا کسی دولت کا حاصل کرنا آسان نہیں ہے کیونکہ دنیا کی دولت کے دو تین ایسے لوگوں کے
قبضہ میں ہیں جو اسکے دینے میں بخل کرتے ہیں وہ خود اسکے محتاج ہیں لیکن کمال اکیلی
ہستی کے قبضہ قدرت میں ہے جو جواد و کریم اور فیاض جو خود پکار رہا ہے آیا ہے
کوئی اس دولت کا لینے والا جو تمام دولتوں سے بالا و برتر ہے

لیکن یاد رہے کہ مقصد جتنا بلند ہوتا ہے اسکی راہ میں مشکلیں بھی اتنی ہی درپیش ہوتی ہیں
یہ بڑی مشکل رہگذر ہے سخت ترین دشمنوں اور بڑے بڑے لشکروں کا مقابلہ کرنا ہے
تمام کائنات کو مسخر کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے عالم کا ذرہ ذرہ اپنی پوری قوت کے ساتھ
آپکا مقابلہ کریگا اسلئے کہ کون چاہتا ہے کہ آسانی کے ساتھ آپکا محکوم بنجائے نیز اور یکہ
جنگ کرکے اس مملکت کو فتح کرتا ہے اور جنگ بھی کسی سے خود اپنے نفس امارہ سے
ماں باپ کی ناجائز اطاعت بیوی بچوں کی محبت بھائی بہن سے شیاطین جن و انس کے
لشکر سے بھوک سے بلکتا ہوا بچہ پیاری بیوی کے آنسو خود اپنی تکلیف اور ذلت فقر
کا احساس اہل دنیا کے اونچے اونچے نقش گھر گا جنکی مسہریاں انکے دسترخوان پر چنے ہوئے
الوان نعمات بہزار زیب و زینت لال پیلے لباس سے آراستہ ہوکر گلگشت کرنیوالی حسینوں
کے غول ہر قوم پر آوازے کسینگے کہ ارے احمق کن اوہام و وساوس میں مبتلا ہے خدا کیسا اور
جنت کیسی روح کیا اور نجات کہاں کی اپنی اور اپنے بعد کے بچوں کی حالت پر رحم کھا
ادھر دیکھ ہم کیا ہیں ہماری جنت کو چھوڑ کر اب کس جنت پر فریفتہ ہو رہا ہے ادھر

خود اپنے دل کے تصورات و خیالات کے دھوکہ سے

نفس کی لذتوں کی دعوت دیتا

ہم تجھے سب کچھ دینگے لیکن فریب نہ کھا گیا یہ منزل بڑی سخت ہے اگر بیان پائے طالب کو لغزش نہ ہوئی تو کائنات ایکی ہے اور طریقہ کسب کمال یہ ہے کہ پہلے لباس وجسم کی طہارت کرکے باوضو ہو کر دو رکعت نماز بنیت قربت بجالائے پھر اپنے خدا کو حاضر وناظر جانکر اسکی بارگاہ میں سچے دل سے اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرے اور دل میں پختہ ارادہ کرلے کہ اب ان گناہوں میں مبتلا نہ ہوگا اور جتنی نیک صفتیں ہیں انہیں حاصل کرنیکی کوشش شروع کردے نماز وروزہ اور دعاؤں کی پابندی بہت مقدم ہے اسکے بعد تھوڑا تھوڑا دل پر جبر کرکے ان اچھی عادتوں کو حاصل کرنا شروع کردے جن سے اسکا دل بھاگے اور ان بری عادتوں کو چھوڑنا چاہئے جسے اسکا دل چاہتا ہے وہ صفات حسنہ جنکا حاصل کرنا ضروری ہے وہ حسب ذیل ہیں نماز و روزہ و دیگر عبادات میں خلوص نیت اور خضوع وخشوع یعنی نمازوں میں دماغ کے اندر کسی دوسرے خیال کو جگہ نہ دیجئے اور اگر خیالات آجائیں تو فوراً انہیں دور کرکے عبادت کی طرف دھیان لگانے نماز میں اعتقاد کہ جہاں رہنا چاہئے وہیں رہینا نیت صرف قربت خدا کی ہو کسی کو دکھانے سنانے کا ارادہ نہ ہو اسکے بعد حسب ذیل صفات کو حاصل کرنے کی کوشش کرے - انصاف حلم - رحم - سخاوت - صبر - شکر - توکل - سچائی - حسن ظن - تقوی - خدمت خلق اطاعت والدین - پاکیزگی خیالات - دین خدا اور علماء دین کی محبت - مصنوعات پروردگار میں غور و فکر - وغیرہ یہی وہ صفات ہیں جنکو مکارم اخلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے جنکے متعلق قرآن واحادیث میں بڑی تاکیدیں آئی ہیں حضرت امام رضا ؑ نے اپنے اباء طاہرین سے انہوں حضرت امیرالمومنین ؑ سے انہوں نے حضرت رسول اللہ ؐ سے روایت کی ہے کہ مومنین میں کامل الایمان وہ شخص ہے جسکا خلق بہتر ہو - نیز حضرت امام رضا ؑ نے حضرت رسول اللہ ؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حسن خلق حاصل کرو کیونکہ خلق حسن رکھنے والا یقیناً جنت میں

اور برے اخلاق دفعیا ور نہ کرنا کیونکہ برے اخلاق والا یقینا جہنم میں جائیگا
لیکن یہ مرتبہ کمال دنیا یا ایک روز میں حاصل نہ ہوگا بلکہ درجات اپنا رفتہ رفتہ بڑھتے ہیں اور اسکے لئے
ثبات و استقلال کی ضرورت ہے ہاں جسقدر ہمت مردانہ کے ساتھ آپ جتنے قدم آگے
بڑھینگے اتنی مملکت آپکے زیر نگیں ہوں کچھ دنوں کے اندر اندر آپکو وہ چیزیں نظر آئیگی
جنکا لکھنا مناسب نہیں ہے راز کی باتیں راز ہیں میں تو بہتر ہے جسکے متعلق حضرت سرور کائنات
فرماتے ہیں کہ من اخلص للہ اربعین صباحا ظہرت ینابیع الحکمہ من قلبہ الی لسانہ
یعنی جو شخص چالیس روز اپنے خدا کیلئے عمل خالص بجالائے حکمت کے چشمے اسکے قلب سے
پھوٹ کر اسکی زبان پر ظاہر ہونگے (جامع الاخبار نمبر ۲ ص)
اور خداوند عالم حدیث قدسی میں فرماتا ہے کہ عبدی اطعنی اجعلک مثلی کر ہندے میری اطاعت کر
میں تجھے اپنا مثل بنادونگا۔
پھر نتیجہ عمل میں جو صفات حاصل ہونگے وہ یہ ہیں علم و نور۔ قدرت و اختیار۔ سلطنت لازوال
حیات ابدی لذت جاودانی استغنا و از ما سوی اللہ۔ رفاقت اولیاء اللہ رضائے پروردگار
اور یہی آخری مقصد ہے دنیا کی خلقت کا لیکن اس مقصد کے حاصل کرنے کیلئے چونکہ ایک جامع
دستور العمل کا ہونا ضروری ہے جو کمال مطلق کا بنا ہوا اور کاملین کا لایا ہوا ہو کیونکہ جو خود
گم ہے وہ دوسروں کو کیا راہ بتا سکتا ہے ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ امام الصالحین و
سید الساجدین زین العابدین یعنی مولانا حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کی دعائے مکارم الاخلاق کی
جسکی آخری تعریف یہ ہے کہ اسکی مدح وثنا زبان بشر سے ممکن نہیں) کی مختصر شرح لکھوں تاکہ خود
مجھے اور جو اس سے فائدہ اٹھا سکے اسکے لئے شمع راہ اور سبب نجات دنیا و آخرت ہو
اور آخر میں حضرات ناظرین کی خدمت میں یہ بھی عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ علاوہ اسکے کہ انسان خطا و نسیان سے خالی نہیں ہے مجھے خود
اپنی بے بضاعتی کا اقرار ہے اسلئے اگر میری تحریر میں نقص کا پیدا کر لینا آپ کا کمال نہیں ہے بلکہ فرق پیدا کرکے دیکھنا آپکا کمال ہے

جملہ حضرات کے صحیفہ سجادیہ مطالعہ کی مسنون دعا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح دعائے مکارم الاخلاق

اللھم صل علی محمد و آل محمد بارالہا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما

(فضیلت درود) حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے
اسپر ستر ہزار آسمان کے فرشتے درود پڑھتے ہیں اور جسپر فرشتے درود
بھیجیں وہ اہل جنت سے ہے ع۲ حضرت نے فرمایا کہ یا علی جو شخص تم پر (دن میں یا شب میں) درود
بھیجے ~~[illegible]~~ تم پر اسکی شفاعت واجب ہے اگرچہ وہ اہل کبائر سے ہو
ع۳ حضرت ص نے فرمایا کہ تمہاری صلوات ہم پر تمہاری دعاؤں کی مقبولیت کا
ذریعہ ہے اور خدا کی رضا کا سبب اور تمہارے اعمال کی طہارت ہے ۲۸ فصل
ع۴ ایضا حضرت نے فرمایا کہ جو شخص ہم پر درود نہ بھیجے وہ شقی ہے انتہی بقدر حاجت (جامع الاخبار فصل ۲۸)
جمع الفوائد جلد ۱ باب تفضیل نماز جماعت میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جو شخص
(محمد و آل محمد پر) درود پڑھے جبتک اپنے مصلے پر بیٹھا رہیگا ہے ملائکہ اسپر درود پڑھتے ہیں
(ینابیع المودہ ص حمایہ اسلام لاہور)

(احکام درود بطریق شیعہ)

تشہد میں محمد و آل محمد پر درود پڑھنا واجب ہے بدلیل کتاب خدا و سنت رسول و اجماع امت
خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ خدا اور اسکے ملائکہ نبی (ع۱ پارہ ۲۲ سورہ احزاب ع ۵)
(محمد و آل محمد) پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی انپر درود بھیجو اور سلام کرو جس طرح سلام
کرنے کا حق ہے - یہ آیت صاف صاف وجوب پر دلالت کر رہی ہے
اور حضرت سرور کائنات صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص نماز پڑھے اور مجھ پر اور ہماری آل پر درود
نہ بھیجے اسکی نماز قبول نہ ہوگی (ریاض کتاب الصلوۃ فی وجوب الصلوۃ علی النبی فی التشہد)
اور بھی اس مضمون کی بہت سی حدیثیں ہیں جنکا لکھنا سبب طول ہے

نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں زیادہ سے زیادہ درود پڑھنا بہت ثواب رکھتا ہے اور دعاؤں
کے شروع اور درمیان اور آخر میں درود پڑھنا مستحب اور سبب استجابت دعا ہے
حضرت رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندوں کی دعا اور آسمانوں کے درمیان میں پردہ
پڑا ہوا ہے پس جبکہ دعا کرنے والا مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ پردہ اٹھ جاتا ہے اور
اسکی دعا آسمانوں تک پہنچ جاتی ہے اور اگر درود نہیں پڑھتا تو اسکی دعا رد کر دیجاتی ہے
(جامع الاخبار فصل ۲۸)
بطریق اہلسنت) درود پڑھنا نماز میں قعدہ اخیرہ کے تشہد میں سنت ہے اور
ہر وقت جبکہ کوئی مانع نہ ہو مستحب ہے۔ العلماؤں نے اوقات درود کی تصریح
اسطرح کی ہے کہ درود پڑھنا ان اوقات میں چاہیے روز جمعہ و شنبہ و یکشنبہ و پنجشنبہ
وقت صبح و شام۔ مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت۔ آنحضرت کی قبر شریف کی
زیارت کے وقت۔ صفا و مروہ پر۔ خطبہ جمعہ میں۔ جواب اذان کے بعد۔ تکبیر
کے وقت۔ دعا مانگنے کے شروع و درمیان و آخر میں۔ قنوت کے بعد۔ تلبیہ کے بعد
اجتماع کے وقت۔ وضو کرنے کے وقت۔ کسی امر کے بھول جانے کے وقت۔ وعظ کہنے
کے وقت۔ حدیث پڑھنے کی ابتدا و انتہا میں۔ مسئلہ یا فتوی لکھنے کے وقت
(غایۃ الاوطار اردو ترجمہ در مختار کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ نولکشور جلد اول)
طحاوی نے ثعلبی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی میرے ذکر کے وقت مجھ پر
درود نہ بھیجے اسنے مجھ پر جفا کی دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص مجھ پر درود نہ پڑھے
وہ شقی ہے (ترجمہ در مختار بحوالہ بالا)
امام محمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت پر درود کسطرح پڑھیں فرمایا کہ یوں کہے

یوں کہے اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید و بارک علی محمد و علی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم اور یہی طریقہ درود پڑھنے کا موافق ہے بخاری و مسلم وغیرہ کے گزارش النسائی (ترجمہ و رشتہ کتاب الصلوۃ جلد اول ص ۲۲۳ و ص ۲۲۱ چھاپہ نولکشور)

اور مصنف فتوحات مکیہ نے نماز میں درود پڑھنے کی مشروعیت کو پہلے آیات و احادیث سے ثابت کرنے کے بعد حضرت رسول اللہ ص کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت ص نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ درود میں اللھم صل علی محمد و علی ال محمد و بارک علی محمد و علی ال محمد والسلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین کہا کریں (ینابیع المودت

اور مواھر العقدین اور صواعق محرقہ میں حضرت رسول اللہ ص سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہم پر دم بریدہ صلوات نہ بھیجو لوگوں نے عرض کیا کہ دم بریدہ صلوات کیسی ہوتی ہے فرمایا اسطرح کہ صرف اللھم صل علی محمد کہا اور چپ ہو جاؤ بلکہ ہم پر درود اسطرح پڑھو اللھم صل علی محمد و ال محمد (ینابیع المودت

اور صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت نے امت کو درود اسطرح تعلیم فرمایا اللھم صل علی محمد و ال محمد

تحقیق معنی آل محمد) علماء لغت میں لفظ ال کے معنی میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ ال و اہل دونوں ہم معنی ہیں اور ال کی اصل اہل ہے اسلئے کہ اسکی تصغیر اہیل آتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ال کی اصل اول ہے جسکے معنی رجوع کے ہیں اور کہا ہے کہ قوم و قبیلہ اہل نسب جیسے ازواج و اہل سبب و قرابت یعنی اولاد وغیرہ یہاں تک کہ خود ذات انسان پر بھی لفظ ال کا اطلاق ہوتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ لفظ ال خود مستقل اصل ہے (تفسیر مجمع البیان سورۃ بقرہ تحت آیت اذ نجینا کم من ال فرعون الخ)

صاحب مجمع البحرین لکھتے ہیں کہ ال ابراہیمؑ صرف اسمٰعیل و اسحاق اور ان دونوں حضرات کی اولاد ہیں اب
اور ال فرعون ذریت فرعون ہے پھر لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا گیا کہ ال محمد
سے کون لوگ مقصود ہیں فرمایا کہ حضرت کی ذریت مراد ہے (مجمع البحرین کتاب اللام لغت اہل)
میں عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ لفظ ال کے متعلق اہل لغت میں اختلاف ہے بعض نے قوم و
قبیلہ و ازواج و اولاد و سب کو داخل کیا ہے اور بعض نے صرف اولاد اور قرابت داروں کے ساتھ
اس کو مخصوص کیا ہے لیکن برفرض اسکے کہ ال اور اہل دونوں ہم معنی ہوں اور قوم و قبیلہ و ازواج
و اولاد و سب کیلیے استعمال ہوتا ہو تاہم زبان پیغمبر سے اس لفظ کو سننے کے بعد فقط اس بنا پر
کہ زبان عرب میں یہ لفظ قوم و قبیلہ و ازواج کیلیے بھی استعمال ہوتی تھی یہ معنی مراد نہیں لے سکتے جبتک
جبتک خود زبان پیغمبر سے اسکی تعیین نہ ہو جائے یا یہ معلوم ہو جائے کہ رسول نے اس لفظ سے کوئی
دوسرا معنی مراد نہیں لیا ہے کیونکہ ہم پیغمبر کی اصطلاح میں بہت سے عربی الفاظ ایسے مستعمل ہیں
جو اپنے لغوی معنی سے جدا ایک دوسرے معنی میں استعمال ہوئے ہیں بہت سے عام الفاظ ایسے بھی
جو فرد میں استعمال ہوئے ہیں بہت سے الفاظ حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی میں استعمال ہوئے
ہیں مثلاً اسلام ہی کو لیجئے لغت میں اسکے معنی ہیں کسی حاکم کے حکم کو بغیر چون و چرا قبول
کر لینے کے ہیں لہذا لغوی معنی کے بنا پر باطل مذاہب کے پیروں کو بھی مسلم کہہ سکتے ہیں لیکن اصطلاح
پیغمبر میں صرف انکے لائے ہوئے دین کی پیروی کا نام اسلام ہے مثلاً صلوۃ کے معنی لغت میں دعا
کے ہیں لیکن اصطلاح شرع میں کچھ مخصوص ارکان کا نام صلوۃ رکھ دیا گیا حج کے معنی قصد کرنے کے ہیں
زکوۃ کے معنی طہارت صوم کے معنی امساک بیع کے معنی خیر دینے والے ہیں نکاح کے معنی وطی کے
ہیں لیکن مجازاً عقد کے معنی میں استعمال ہوا غرض یہ کہ اس قسم کے استعمالات و حقائق جدیدہ اتنی
کثرت سے ہیں کہ اب ہم پیغمبر کی زبان سے کوئی لفظ سننے کے بعد اس کو ہرگز لغوی معنی پر

حل نہیں کر سکتے جبتک کہ تحقیق نہ کریں کہ اس لفظ سے پیغمبر نے کون سا معنی مراد لیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ
فرض ہے کہ پہلے لفظ آل کا معنی خود پیغمبر سے دریافت کریں۔ مثلاً خداوند نے قرآن مجید میں صرف
اپنے پیغمبر پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے اور واحد کی ضمیر استعمال فرمائی ہے مگر آپ نے کہ صلوا علیہ
وسلموا تسلیما۔ لیکن پیغمبر نے فرمایا ہے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یہ واحد کی ضمیر اپنے اصلی معنی میں
استعمال نہیں ہوئی ہے بلکہ اسمیں آل محمد بھی داخل ہیں اسیطرح خود لفظ آل کا معنی بھی لغت سے
معین کرنے کا ہم کو کوئی حق حاصل نہیں ہے جبتک خود پیغمبر سے نہ پوچھ لیں اگر پیغمبر خود بیان فرمادیں
تو ہم کو قبول نہ کرنے کا کیا حق حاصل ہے پس آئیے ذرا آیت تطہیر کی سیر کریں علماء
شیعہ و اہلسنت اسکے متعلق کیا لکھتے ہیں اور اسکی شان نزول کیا ہے تو باتفاق فریقین
اس آیت کی شان نزول یوں ہے کہ ایکدن ام سلمہؓ کے گھر میں حضرت رسول اللہ صلعم نے حضرت
علی و فاطمہ و حسن وحسین علیہم السلام کو بلایا اور اپنی کملی کے اندر لے لیا اسکے بعد فرمایا کہ
اللھم ھولاء اھلبیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ اے خدا یہ ہیں ہمارے اہلبیت
انکو ہر طرح کی ظاہری اور باطنی پلیدیوں اور عیبوں سے دور رکھ اور طاہر رکھ انکو جو حق ہے
طاہر رکھنے کا۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ کیا میں بھی اہلبیت
میں داخل ہوں فرمایا ام سلمہ تم اپنی جگہ پر رہو تمہارا انجام بخیر ہوگا (ینابیع المودۃ باب ۳۳
ص۱۰ مجاہد اسلام لاہور مطبع اختر بحوالہ ترمذی و مسلم و شفاء قاضی و شرح کبریت احمر و بیہقی
و حاکم و طبرانی و ابن جریر و ابن منذر و احمد بن حنبل و صواعق محرقہ) اور ایک روایت میں ام سلمہؓ
سے روایت ہے کہ پیغمبر نے اہلبیت کو کملی میں لینے کے بعد فرمایا کہ اللھم ھولاء آل محمد فاجعل
صلواتک و برکاتک علی آل محمد کما جعلتھا علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اے خدا
یہ ہیں آل محمد پس آل محمد پر اپنی رحمت اور برکت نازل فرما جسطرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر

اپنی رحمت اور برکت نازل فرمایا (ینابیع المودت بحوالہ بالا)

اور اسی واقعہ کو تھوڑے اختلاف کے ساتھ علمائے امامیہ میں سے قمی اور عیاشی نے امام محمد باقر ع سے اور قمی نے زید بن علی بن الحسین ع سے اور عیاشی نے حضرت رسول اللہ ص سے روایت کیا اور اکمال میں امیرالمومنین ع سے اور خصال میں امیرالمومنین ع سے اور علل میں صادق ع سے مروی ہے ~~روایت کی گئی ہے~~

اور یہ روایتیں آل محمد کی تعیین پر نص صریح ہیں جسکے بعد کسی منصف کو کچھ کلام باقی نہیں رہتا لیکن اگر اسقدر سے اطمینان نہ ہو تو اور لیجئے حضرت رسول ص نے ارشاد فرمایا کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و اہلبیتی فنبی و انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ہم تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ جاتے ہیں کتاب خدا اور ہمارا اہلبیت ہمارے نسب والے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہانتک کہ ہمارے پاس حوض کوثر پر پہونچیں (ارجح المطالب بروایت ابو ہریرہ از بزاز اور تھوڑے اختلاف کے ساتھ اسی حدیث کو زید ابن ثابت و احمد بن حنبل و طبرانی و زید بن ارقم و ترمذی و بزاز و ابن عقدہ وغیرہ نے نقل کیا ہے ارجح المطالب و ینابیع المودۃ ص ۲۸ چھاپہ اسلامبول جلد الرابع) صاحب ینابیع المودۃ نے فصل حدیث ثقلین میں صحیح مسلم سے بروایت زہیر بن حرب و شجاع بن مخلد ابن عیینہ سے انہوں نے زہری سے انہوں نے اسمٰعیل ابن ابراہیم سے انہوں نے زید ابن حیان اور حصین ابن سبرہ اور عمر بن مسلم سے اور انہوں نے زید بن ارقم سے حدیث ثقلین کو نقل کیا ہے جسکے آخری جملے یہ ہیں فقال له حصین و من اهلبیته یا زید الیس نسائه من اهلبیته قال نسائه من اهلبیته و لکن اهلبیته من حرم الصدقة بعده قال و من هم قال هم آل علی و آل عقیل و آل عباس قال قلت هولاء حرم الصدقة علیهم قال نعم یعنی حصین نے زید ابن حیان سے پوچھا کہ اہلبیت رسول کون لوگ ہیں کیا انکی بیویاں اہلبیت میں نہیں ہیں زید نے کہا کہ ہاں وہ (عرفاً) اہلبیت میں ہیں لیکن اہلبیت رسول (و مصطلاح رسول میں) وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ لوگ آل علی و آل عقیل

اور آل عباس ہیں حصین نے کہا کہ کیا سب وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے کہا ہاں اور اسی مضمون
حدیث مسلم نے بروایت محمد بن بکار زید بن ارقم سے نقل کی ہے (ینابیع المودت صفحہ ۲۹ مطبوعہ اسلامبول
اور بہت سی روایتوں میں اہلبیت کے ساتھ عترت کی لفظ ہے بلکہ حدیث ثقلین لفظ عترت کے ساتھ
زیادہ مشہور ہے اور عترت کی معنی لغت میں اولاد و ذریت و عشیرہ کے ہیں اور
عشیرہ کے معنی پوری اولاد کے ہیں یعنی ایک جد کی اولاد میں جتنے افراد ہوتے ہیں وہ افراد عشیرہ
کہلاتے ہیں حافظ جمال الدین نے ابو طفیل اور جعفر بن حیان سے روایت کی ہے کہ بعد شہادت
حضرت امیر المومنین کے حضرت امام حسن علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ لوگو میں بشیر و نذیر
کا بیٹا ہوں میں سراج منیر اور رحمۃ للعالمین اور داعی الی اللہ کا بیٹا ہوں میں ان اہلبیت میں
سے ہوں جنسے خدا نے رجس کو دور رکھا ہے اور جن پر جبریل نازل ہوتے تھے جنکی مودت کا خدا نے
قرآن میں حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی ۔ اور جبکہ
آیت یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما نازل فرمائی تو لوگوں نے رسول اللہ
سے پوچھا کہ ہم لوگ آپ پر کیونکر درود پڑھیں فرمایا کہو اللھم صل علی محمد وال محمد پس مسلمانوں
پر فرض واجب ہے کہ ہم پر درود بھیجیں اور خدا نے ہم پر خمس غنیمت حلال کیا ہے اور
صدقہ حرام کیا ہے جیسا کہ اپنے رسول پر صدقہ حرام کیا ہے ہمارے جد نے روز
مباہلہ انفسنا میں ہمارے پدر بزرگوار کو اور ابناءنا میں ہم کو اور حسین کو اور نساءنا میں میری مادر گرامی
فاطمہ کو ساتھ لیا پس ہم انکے اہلبیت ہیں اور ہم انسے ہیں اور وہ ہم سے تھے
اور حضرت ہر صبح ہمارے پاس آتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے اہلبیت تم پر خدا کی رحمت ہو
اور آیت تطہیر کی تلاوت کرتے تھے الخ ینابیع المودت صفحہ ۸ چھاپہ اسلامبول)
خلاصہ اس تحریر کا یہ ہوا کہ محمد و آل محمد پر درود پڑھنا بحکم خدا و رسول و باجماع مسلمین یعنی

اور دیگر اوقات میں مستحب ہے خصوصاً قنوت دعا میں اور موجب اور سبب استجابت دعا ہے
اور درود میں پیغمبر کے ساتھ آل رسول کو شریک کرنا بھی ضروری ہے ورنہ درود ناتمام ہوگا
اور اسکے اعمال قبول نہ ہونگے اور آل رسول میں بعض رسول صرف علی و فاطمہ و حسن
و حسین علیہم السلام داخل ہیں اور یہی لوگ وہ ہیں جو ظاہری و باطنی تمام آلودگیوں اور گناہوں سے
پاک ہیں کیونکہ آیت تطہیر میں اذہاب رجس سے ظاہری نظافت و طہارت مقصود نہیں ہے
یہ خدا کا وظیفہ نہیں ہے نہ اسمیں کوئی محمد و آل محمد کی خصوصیت ہے کیونکہ یہ کام تو مزدور
و کافر بھی کر لیتے ہیں اور نہ اس طہارت سے اسلام کی طہارت مقصود ہے کیونکہ
اسمیں تو سب مسلمان اہلبیت کے شریک ہیں پس اگر اس اذہاب رجس سے اسلام
و ایمان کی طہارت مقصود ہوتی تو خداوند عالم کو بجائے اہلبیت کے اہل اسلام کہنا
مناسب تھا پس گھر والوں کی تخصیص بتا رہی ہے کہ اس طہارت سے کوئی ایسی طہارت
مقصود ہے جو عام امتیوں کو اور عام مسلمانوں کو بھی حاصل نہیں ہے اور وہ
آلودگی گناہ و خطاء و نسیان و بشری کمزوریوں سے طہارت ہے جسمیں کوئی دوسرا
اہلبیت کا شریک نہیں ہے اور یہی معنی عصمت ہیں۔ اور ازواج رسول و اصحاب
رسول کی عصمت پر نہ کوئی نص خدا و رسول موجود ہے نہ کوئی مسلمان اسکا قائل ہے
پس معلوم ہوا کہ اہلبیت میں صرف خمسہ نجباء داخل ہیں اور انہیں کی مودت کا خدا نے
قرآن میں حکم دیا ہے اور انکی اطاعت مسلمانوں پر فرض کی ہے اور ان پر صدقہ
حرام کیا ہے حضرت امیر المومنین ع نہج البلاغہ میں آل محمد کی تعریف میں ارشاد فرماتے
ہیں کہ وہ علم کے زندہ کرنے والے اور جہالت کے فنا کرنے والے ہیں انکا حلم تمہیں انکے
کثرت علم کا پتہ دیتا ہے اور انکی خاموشیاں انکی حکمتوں کی دلیل ہیں وہ حق کی مخالفت

نہیں کرتے نہ دوسرے کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں وہ اسلام کے ستون ہیں دین کی پناہ ہیں
انکے وسیلہ سے حق اپنی اصلی جگہ پر پلٹ آیا ہے اور باطل حق کی جگہ لینے سے دور ہو گیا ہے
اور حق کے ظاہر ہونے کی جگہ سے باطل کی زبان قطع ہوئی ہے انہوں نے دین کو عقل و تدبر
عمل کے ساتھ سمجھا ہے صرف سننے اور روایتی حیثیت سے نہیں پہچانا ہے کیونکہ علم کے راوی
تو بہت ہوتے ہیں لیکن اسپر عمل کرنے والے کم ہوتے ہیں (نہج البلاغہ جلد ۲ خطبہ آخر)
اب ذرا انصاف کے ساتھ مسلمان غور کریں اور سمجھیں کہ وہ اہلبیت رسول جنکے فضائل شمار سے
باہر ہیں جنکی محبت جزو ایمان ہے جنپر درود پڑھنا عبادت بلکہ جزو نماز ہے جو معصوم بنا
کیا ان سے بڑھ کر کوئی رہبری امت کا حقدار ہو سکتا ہے جب اصحاب پیغمبر کا اجتہاد
اور انکی روایتیں انکے نزدیک حجت ہیں اور سبب نجات ہیں تو آل محمد کا اجتہاد اور
انکی روایتیں انکو نجات نہیں دلا سکتیں جبکہ آل رسول نبی بھی نہیں صحابی بھی ہیں معصوم بھی ہیں
ہوتا یہ ہے کہ تمام تر انکی عبادتوں اور معاملات و اعمال کا دارومدار ابوہریرہ اور
عائشہ کی روایتوں پر ہے جیسے کتابیں انکی بھری پڑی ہیں اور حضرت امیرالمومنین حضرت امام حسن
حضرت امام حسین حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی روایتیں انکی کتابوں میں کہیں نظر نہیں آتیں
جیسے انہوں نے کبھی رسول کو دیکھا ہی نہیں اسلام کو سمجھا ہی نہیں لیکن یاد رہے کہ یہ آخرت کا
سودا ہے دنیا تو گذر جائیگی لیکن موت کے بعد اس باطنی عداوت کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا خدا اور
اسکے رسول نے اہلبیت کے متعلق یہ اہتمامات یعنی انکو گناہوں سے پاک رکھنا امت
پر انکی محبت کا فرض قرار دینا انکو سفینہ نوح سے تشبیہ دینا انپر صدقہ حرام کرنا نماز میں
انپر درود پڑھنے کو واجب کرنا مباہلہ میں انکو ساتھ لینا رسول اللہ ص کا تمام عمر
اہلبیت کی مدح و ثنا میں رطب اللسان رہنا امت کو انکے متعلق تاکید کرنا یہ تمام

جمع کرتے بھی

باتیں صرف قصیدہ قوالی نعتیں جو شعراء اہل دول کی تعریف میں انکا طب انبار
اور محبت آل محمد کوئی کھیل نہیں ہے کہ اپنے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت
حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ دیا اور خدا و رسول کی تمام فرمائشوں کا مقصد حاصل ہو گیا بلکہ یہ
اہتمامات اسلئے کئے گئے تھے کہ مسلمان اسی سے فائدہ اٹھائیں گمراہی اور ضلالت
سے بچیں خواتے اہلبیت کو گناہوں سے پاک کیا تاکہ مسلمان انکے قول و فعل پر
اعتماد کریں اور غلطی و خطا کا اشتباہ انکی طرف سے دور ہو جائے اور احکام خدا و رسول
صحیح معنوں میں امت تک پہونچ سکیں مسلمانوں کو انکی محبت کا حکم دیا اسلئے کہ
اطاعت و فرمانبرداری کا سارا دارومدار محبت ہی پر ہے ورنہ جس سے انسان
کو عداوت و بغض ہوتا ہے اسکی بات اگر صحیح بھی ہو تو اسکو قبول کرنے کو
دل راضی نہیں ہوتا جیسا کہ آل محمد کے ساتھ یہی ہوا یہی عداوت سبب ہوئی کہ وہ
پس پشت ڈال دئے گئے اور مسلمان انسے کسب علوم نہ کر سکے ورنہ ابن عباس اور
انکے ایسے بہت سے لوگ چند روز علیؑ کی کفش برداری سے علامہ حدیث بن گئے
لیکن اہلبیت کو انہی علیؑ سے دس حدیث نہ مل سکی ۔ نماز کیونکر پڑھیں حضرت عائشہ
یوں روایت کرتی ہیں میراث کیونکر تقسیم ہو حضرت ابوھریرہ یوں کہتے ہیں نکاح کیسے
کریں حضرت ابو حنیفہ یوں کہتے ہیں لیکن آل محمد کیا کہتے ہیں اسکا کبھی ذکر نہیں
وہ تو کہئے کہ خدا و رسول نے قرآن و احادیث میں اہلبیت کے متعلق اتنی تاکیدیں کی ہیں
کہ آج مجبوراً زبان سے کرم اللہ وجہہ اور رضی کہنا پڑتا ہے اور کتابوں میں کہیں
کہیں ایک آدھ روایت انکی طرف غلط یا صحیح منسوب کر دی گئی ہے تاکہ بظاہر
عداوت اہلبیت کی لعنت میں گرفتار نہ ہوں ورنہ آج انکا نام بھی کوئی نہ جانتا

حیف ہے کیا خدا اور رسول کی تاکیدوں کا یہی مقصود تھا لیکن یاد رہے کہ اس سے خدا و رسول اور آل محمد کا
کوئی نقصان نہ ہوگا بلکہ سارا نقصان اسکا ہم کو دیکھنا ہوگا تو بتائیے کہ اہلبیت کی
روایتیں تفسیر میں موجود ہی نہیں ہیں ہم کیا کر رہا ہوں سے لائیں درست ہے انہیں لوگوں نے
چھوڑ دیا انکی چیزیں قبول ہی نہیں کی گئیں واقعہ تو یہ علوم کے دریا موجزن ہوتے ہم ۷۲ فرقوں پر
تقسیم کیوں ہوتے حق کا تلاش کرنے والا کیوں متحیر ہوتا لیکن پھر بھی آل محمد کے واسطے سے جو
علوم قرآن احکام حلال و حرام تفسیر و تاویل وغیرہ ہم تک پہونچے ہیں وہ بالکل صحیح اور کامل اور
اصحاب کی روایتوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہیں لیکن پھر عرض کروں گا کہ پہلے دل میں طاہرین
کو جگہ دے لیجئے پھر آئیے تو دکھاؤں

(درود کے فوائد و مصالح)

نہ تو محمد و آل محمد ہمارے درود پڑھنے کے محتاج ہیں نہ خدا رحمت نازل کرنے میں خدا ہماری سفارش کا منتظر ہے
بلکہ اگر درود پڑھنا خود ہمارے لئے مفید ہے خود ہم کو اسکی احتیاج ہے تاریکی روشنی ہونے کیلئے
نور کی محتاج ہوتی ہے ہم نہاں خانہ عدم کی تاریکیوں میں نہ معلوم کب سے پڑا ہوا تھا خداوند عالم نے
اپنے فضل و احسان سے ہمیں تاریکیوں کی دنیا سے نکالا اور وجود کی راہ پر لگایا لیکن عالم وجود
میں آنے کے بعد ہماری احتیاج کی منزلیں ختم نہیں ہوگئیں اگر وجود تو مل گیا لیکن اسکے بعد اپنی
اپنی ہستی میں جو ہم نگاہ کیں نقص ہی نقص تاریکی ہی تاریکی نظر آئی علم کی جگہ جہالت و نادانی
قوت کے بجائے عاجزی و کمزوری صفات حسنہ کی جگہ نقائص و عیوب غرض جتنے کمالات انسانی ہیں
سب کی نقیض ہماری ہستی تھی ہم کو ان سب کچھ حاصل کرنا تھا بہت سے دھبوں کو
اپنے دامن سے دھونا تھا ہمیں کمال حاصل کرنا تھا لیکن کمالات کا خزانہ ہماری نظروں سے پوشیدہ
ہمارے احساسات سے بلند تھا ہم عالم تحیر میں مشکلے پھر رہے تھے کہاں جائیں کس سے مانگیں کیونکر

حاصل کریں کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو جس سے مانگنے جاتے ہیں وہ بے خود اپنے جیسا نادار و مفلس پاتے ہیں
دینی عقل سے پوچھیں تو وہ خود زندگی بھر دوسروں کی محتاج ہے دو گھڑی کی فکر اور غموں سے دوچار
ہو جاتی ہے ترجمے جنگلوں میں صحراؤں میں درختوں پر پختہ اور خوشرنگ جمال موجود ہیں اور ہم بھوکے
بھی ہیں لیکن عقل انہیں پا تو نہیں ڈالنے دیتی وہ کہتی ہے کہ نہیں سمجھ لے کسی سے پوچھ لے
تو کہاں ہیں ہم قائل نہ ہو پھر ایسی عقل پر کیا بھروسہ کریں اسکی تباہی ہوں والی پر کون کر چلیں
آخر اوسی رحمان و رحیم نے ہماری حالت پر رحم کھا کر ہمارے لئے شمع راہ بھیجی ہماری رہبری
و دستگیری کیلئے باکمال ہستیوں کو بھیجا اور ہم کو انکی محبت و اطاعت کا حکم دیا تاکہ
ہم کمالات حاصل کرسکیں اور درود پڑھنے کا حکم دیا تاکہ ہم انکی عظمت و محبت کی طرف
غافل نہ ہو جائیں اور یہ سمجھیں کہ یہ خدا کی محبوب ہستیاں ہیں جنکے توسل سے ہم بھی نجات
پا سکتے ہیں اور تاکہ ہم احسان کرنے والوں کا مرتبہ پہچانیں اور سمجھیں کہ اگر ہم نادار اور مفلس ہیں
ہم اپنے ان محسنوں کا بدلہ نہیں کر سکتے تو کم از کم زبان سے انکے احسانات کا اقرار کرتے
رہیں اور اگر ہم سے انکے احسانات بدلہ نہیں ادا ہو سکتا تو اپنے خدا سے کہیں کہ وہ ہماری طرف سے
انکے احسانات کا بدلہ دے جس سے ہم کو یہ سبق بھی یاد ہو جائیگا کہ ہمارا کوئی خدا بھی ہے
جو ہر طرح کے انعام و اکرام پر قادر ہے اور بندوں کو جو کچھ مانگنا ہے اوسی سے مانگنا چاہئے
اور محسن کا حق یہ ہے کہ ہم اسکی شکرگزاری میں رطب اللسان رہیں اس سے محبت کریں اور وہ
محبت انسے آئندہ فیوض حاصل کرنیکا ذریعہ بنے جسکے نتیجہ میں ہم کمالات کی منزل تک پہنچ
کر فلاح دارین حاصل کریں نیز ان کی جماعت مقدسہ کے واسطے سے ہم نے حلال و حرام اور دین و ایمان
کا علم حاصل کیا ہے جن کے واسطے سے ہم نے حیات ابدی کا لائحہ عمل پایا اور وعدہ پروردگار
حاصل کی ہے ہماری دعائیں انکے واسطے سے یقیناً بابِ قبولیت تک پہونچتی ہیں

اور مزید یہ کہ جو اگر ایک دفعہ محمد و آل محمد پر درود بھیجتے ہیں تو خود محمد و آل محمد اور ملائکہ ان پر دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں

خود خداوند عالم اس پر اپنی بے انتہا رحمتیں نازل فرماتا ہے غرض درود کے فوائد تو اتنے ہیں کہ دعا میں بھی خدا اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے

(ایک سوال)

حضرت سید الساجدین ع نے اپنی اس دعا کی ابتداء درود سے فرمائی ہے تو کیا ائمہ ع بھی اپنی دعاؤں کی قبولیت میں درود کے محتاج تھے ورنہ کیا ان کی دعا رد کر دی جاتی اور دوسرے یہ کہ وہ خود آل محمد میں تھے کیا اپنے اوپر درود پڑھتے تھے

جواب: چونکہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں اپنے پیغمبر پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے لہذا درود پڑھنا خود مستقل ایک عبادت ہے لہذا ائمہ ع بحیثیت اطاعت خدا و حقوق پیغمبر خدا کے رسول پر درود پڑھتے تھے اور چونکہ رسول نے عام حکم دیا ہے کہ مجھ پر درود پڑھنے کے وقت ہماری آل کو بھی شریک کرو اور رسول بغیر حکم خدا کوئی حکم نہیں دیتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ آل پر درود بھیجنا بھی بحکم خدا ہے لہذا ائمہ علیہم السلام یہاں بھی بنسبت اطاعت خدا و رسول آل رسول پر درود بھیجتے تھے

۲۔ خدا سے اپنے لئے طلب رحمت کرنا نبی یا امام کسی کیلئے معیوب نہیں ہے اور درود طلب رحمت ہے

۳۔ انبیاء و ائمہ کے اقوال و افعال ہمارے لئے حجت اور تعلیم تھے لہذا ان حضرات نے اپنی دعاؤں کے ذریعہ سے ہمیں دعا کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے کیونکہ یوں تو ہر شخص خدا سے دعا مانگ سکتا ہے لیکن خدا سے دعا کرنے کے جو آداب ہیں اور جن ذرائع سے دعائیں قبول ہوتی ہیں انکو بجز ان حضرات کے کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا

وبلغ بایمانی اکمل الایمان واجعل یقینی افضل الیقین وانتہ بنیتی احسن النیات
وبعملی احسن الاعمال ۔

اے خدا میرے ایمان کو کمال ایمان کے مرتبہ تک پہونچا اور میرے یقین کو افضل ترین یقین کی منزل پر فائز کر
اور میری نیت کو خالص ترین نیت اور عمل کو بہترین عمل بنا

ایمان امن سے بنایا گیا ہے اس کے معنی ہیں اطمینان و سکون قلب کے اور اصطلاح
شرع میں توحید خدا اور نبوت محمد مصطفیٰ صلعم اور امامت ائمہ اثنا عشر کی اور معاد سچے دل سے
تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے اور توحید و نبوت و معاد کا زبان سے اقرار اسلام ہے
جیسا کہ احادیث ائمہؑ اور قرآن سے معلوم ہوتا ہے خداوند عالم ۲۶ پارہ سورہ حجرات میں
بنی اسد کے ایک گروہ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ اے رسول یہ اعراب کہتے ہیں کہ ہم آپ پر
ایمان لائے ہیں ان سے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے ہو بلکہ یہ کہو کہ اسلام لائے ہو ایمان تمہارے قلب میں
کہاں داخل ہوا ہے

ایمان ایک نور ہے جو قلب مومن میں اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اسکے اور خدا کے درمیان سے
جہالت و شکوک کے پردے اٹھ جاتے ہیں اور مومن خدا کی معرفت و یقین حاصل کر لیتا ہے
پھر جیسے جیسے اسکا یقین کامل ہوتا جاتا ہے اور حجابات اٹھتے جاتے ہیں اسکا ایمان کامل
ہوتا جاتا ہے اور اسکے درجات بلند ہوتے جاتے ہیں اسکا نور قوی اور سینہ کشادہ
ہوتا جاتا ہے اس پر حقائق اشیاء روشن ہو جاتے ہیں اور غیب کے پردے اسکی نگاہوں
سے اٹھتے جاتے ہیں لیکن ترقی ایمان کا سارا دار و مدار یقین کی قوت و ضعف پر ہے چنانچہ
جسکا یقین خدا اور حیات بعد موت و بہشت و جہنم کیطرف کمزور ہوتا ہے اسکا ایمان بھی
ناقص ہوتا ہے لیکن جب وہ مدارج یقین کو طے کر کے اس منزل پر پہونچ جاتا ہے

جیکو وہ گویا کہ خدا اور بہشت و جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے ایسی صورت اسکا ایمان یقین کا ہو جاتا ہے
یقین کے چار درجات ہیں پہلا درجہ وہ ہے جو تقلید سے حاصل ہوتا ہے یعنی انبیاء و اولیاء و خدا
یا علماء کی روایت کو بغیر دلیل مان لینے سے حاصل ہوتا ہے دوسرا درجہ وہ ہے جو برہان و دلیل سے
حاصل ہوتا ہے جیسے دھواں دیکھ کر آگ کا علم حاصل ہو لیکن خود آگ نظر نہ آتی ہو تیسرا درجہ
تیسرا درجہ یہ ہے کہ خود آگ کو دیکھ کر اسکا یقین حاصل ہو اسکو عین الیقین کہتے ہیں
چوتھا درجہ یہ ہے کہ آگ میں جلنے والا جلنے کے وقت آگ کا یقین رکھتا ہے اسے حق الیقین
کہتے ہیں جب یقین اس منزل پر پہنچ جاتا ہے تو ایمان بھی اسی درجہ تک پہنچ جاتا ہے جو آخری
منزل ایمان ہے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں مومنین کامل الایمان اور متقین
کی تعریف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر خدا نے دنیا میں ایک مدت نہ لکھی ان کو کان لازم
نہ کی ہوتی تو شوق ثواب اور خوف عذاب سے ایک چشم زدن انکی روحیں انکے اجسام میں ٹھہر
نہیں سکتی تھیں خدا کی عظمت کو وہ سمجھ چکے ہیں دنیا انکی نگاہوں میں حقیر ہو چکی ہے جنت کا
انہیں اسطرح یقین ہے جیسے وہ خود جنت کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور آرام
بیٹھے ہیں اور جہنم کا انہیں اسطرح یقین ہے جیسے وہ خود اسمیں جل رہے ہیں دل انکے
اس دنیا میں غمگین ہیں وہ انکی آزار رسانی سے دنیا مطمئن ہے جسم انکے لاغر ہیں
اور خواہشات انکی کم ہیں ــ یہاں تک کہ حضرت فرماتے ہیں کہ ــ اور انکی علامت یہ ہے کہ
وہ اپنے دین میں نہایت ثابت قدم اور ہمیشہ قوی ہیں اور نرمی و خوشخوئی میں
دور اندیش ہیں اور ایمان میں بایقین ہیں اور طلب علم میں حریص ہیں اور علم کے ساتھ
حلم اور تونگری میں میانہ روی رکھتے ہیں اور عبادت میں خشوع اور فقر میں بے نیازی
رکھتے ہیں الخ (نہج البلاغہ جلد ۱ خطبہ ۱۸۲) حضرت امام رضا ؑ فرماتے ہیں کہ ایمان کا (پہلا)

~~اسلام سے ایک درجہ بالاتر ہے اور تقوی ایمان سے درجہ بالا تر ہے~~ اور

یقین ایک درجہ تقوی سے بلند ہے امام جعفر صادق ؑ فرماتے ہیں کہ یقین بندہ کو بہت بلند اور مقام عجیب تک پہونچا دیتا ہے دیکھو حضرت رسول اللہ صلعم کی حدیث میں ذکر آیا کہ حضرت عیسیٰ ؑ پانی پر چلتے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر انکا یقین اور بلند ہوتا تو ہوا پر چلتے (ریاض السالکین روضۂ عشرون)

لیکن ایمان و یقین کی یہ مراتب بغیر ریاضات نفسانیہ کے حاصل نہیں ہوسکتے جبتک کہ لذائذ و بیہودہ علائق دنیا سے اپنے اعمال اور خیالات کو پاک کرکے خدا کی تلاش میں قدم نہ بڑھائے غفلت کے پردے اسکی آنکھوں سے نہیں اٹھتے دنیا میں کھویا ہوا انسان کہاں خدا کو پا سکتا ہے وہ اپنی زبان سے خدا کو پکارتا ہے دعائیں اور نمازیں پڑھتا ہے لیکن جسطرح ایک سویا ہوا انسان خواب میں بولا کرتا ہے وہ عمل کرتا ہے لیکن جیسے ایک مدہوش و نالائق اپنے اعضا کو حرکت دیتا ہے جو گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا اسلئے کہ وہ احتمال دیتا ہے کہ شاید حیات بعد موت عذاب و ثواب بہشت و جہنم سب افسانہ ہو لہذا دنیا کی موجودہ لذتوں کو کیوں چھوڑ دیا جائے پھر ڈرتا بھی رہتا ہے کہ شاید یہ باتیں سچی ہوں تو خدا کے دردناک عذاب میں مبتلا ہونا ہوگا اسلئے بہزار کاہلی و سستی عبادت بھی کر لیتا ہے لیکن جن لوگوں کی نگاہوں سے غفلت کے پردے اٹھ چکے ہیں جو ہر شے میں خدا کو دیکھتے ہیں انکی نگاہ میں عبادات کا وزن بڑھ جاتا ہے دنیا کی لذتیں انکی نظر میں حقیر ہو جاتی ہیں اور وہ ہمہ تن خدا میں جذب ہو جاتے ہیں انکی نیتیں خالص ہو جاتی ہیں انکے اعمال پاکیزہ ہو جاتے ہیں کیونکہ یقین کا اثر عمل پر ہوتا ہے یہ ممکن نہیں کہ کسی کو کسی امر کا یقین ہو اور عمل اسکے خلاف ہو اور اسی

دیں جسم دنیا کے پر پڑدل لیں گے اور کیوں نہیں لگا لیتا اونچی دیواروں پر خوشبو لیکر کے بیل کیوں نہیں
کود پڑتا اسلئے کہ یقین ہے کہ مر جائیگا یہی اگر ہم کو بھی خدا کا یقین اور عذاب و ثواب کا یقین ہوتا تو
خدا کے گناہ سے پرہیز کرتے ہماری نیتیں خالص ہوتیں اور ہمارے اعمال نیک ہوتے
بے معرفت و بے یقین انسان عبادتیں کرتا ہے زحمتیں اٹھاتا ہے لیکن نیت کی آلودگی و پستی
اسکی عبادت کو بے وقعت و حقیر بنا دیتی ہے وہ زبان سے تو کہتا ہے کہ قربۃً الی اللہ
عبادت کرتا ہوں لیکن درحقیقت اسکی عبادتیں کبھی تو کسی رئیس و مالدار کے خوش کرنے کیلئے
ہوتی ہیں کبھی اہل محلہ اقارب و اعزہ کے دباؤ سے اور انکی رضا کیلئے کبھی مقدمہ جیتنے اور امتحان
میں کامیاب ہونے روزی کی زیادتی کیلئے کبھی مصیبت و پریشانی خوف و ہراس کے دور ہونے کیلئے
غرض اسکے خیالات دنیا کی آلودگیوں سے پاک ہوکر کبھی خدا کی طرف نہیں جاتے لہٰذا ایسی
عبادت کرنیوالا حیوانات کے درجہ سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا اور یہ عبادت غلاموں
اور مزدوروں کی عبادت ہے جو یا سزا کے خوف سے
کچھ عبادت کرنے والے وہ ہیں جو اگرچہ دنیاوی اغراض کی بنا پر عبادت نہیں کرتے بلکہ جنت کے
شوق یا جہنم و عذاب خدا کے خوف سے عبادت کرتے ہیں یہ غلاموں اور مزدوروں کی
عبادت ہے جو سزا کے خوف سے یا مزدوری کے شوق و امید میں عمل کرتے ہیں
کچھ عبادت گزار وہ ہیں جو خدا کی معرفت دریا کی طرح رکھتے ہیں انکے قلوب نور پروردگار سے
روشن اور منور ہیں اور خدا کی معرفت و محبت انکے سروں کو اسکی بارگاہ میں جھکا دیتی ہے یہ
احرار اور اولیاء خدا کی عبادت ہے اور یہی معرفت و عبادت کی انتہائی معراج ہے
حضرت امیر المومنین ع فرماتے ہیں کہ ما عبدتک خوفا من نارک ولا طمعا فی جنتک ولکن وجدتک اھلا للعبادۃ
فعبدتک یعنی میرے پروردگار میں نے تیرے جہنم کے خوف سے یا تیری جنت کے شوق و لالچ میں تیری عبادت نہیں کی

بلکہ بن دیکھے عبادت کا اہل پایا اسلئے تیری عبادت کی حاصل کلام یہ ہے کہ عبادت کا بلند ترین مرتبہ یہ ہے
کہ عبادت گزار اپنی عبادت میں کسی خوف و ہراس یا بیماری و اقربا کی غرض کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور
بجز خدا کے اور کوئی چیز اسکے پیش نظر نہ ہو ثقۃ الاسلام کلینی رضی نے کافی میں بطریق حسن
حضرت امام ... سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ عبادت تین طرح کی ہیں ایک قوم
نے خدا کے خوف سے اسکی عبادت کی یہ غلاموں کی عبادت ہے اور ایک قوم نے طلب ثواب
کی نیت سے خدا کی عبادت کی یہ مزدوروں کی عبادت ہے اور ایک قوم نے خدا
کی محبت میں اسکی عبادت کی یہ احرار کی عبادت ہے اور یہ افضل ترین عبادت
ہے

یک مقام پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں جبکہ اپنے تمام افعال میں مختار ہیں فاعل
مختار بنایا گیا ہے پس معرفت ایمان و خلوص نیت و حسن عمل وغیرہ ان تمام باتوں کا
حاصل کرنا خود اسکے اختیار میں ہے پھر اپنے قبضہ قدرت کی چیز کا خدا سے طلب کرنا
کیا معنی حالانکہ حضرت سید سجاد ع دعا بالا میں یہی عرض کر رہے ہیں کہ
ان چیزوں کو خدا سے طلب فرمایا بتا رہا ہے کہ انسان فاعل مجبور ہے
خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے

جواب - انسان کا فاعل مختار ہونا ایک ایسی بدیہی شئی ہے جس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے
مثلاً ہر شخص اپنے گر پڑنے اور کود پڑنے میں فرق کرتا ہے کہ گرنا اپنے ارادہ اور اختیار سے
نہیں ہوتا اور کود پڑنے میں اپنے ارادہ اور اختیار کو دخل ہوتا ہے
لیکن اگر یہ کہا جائے کہ یہ درست ہے کہ انسان فاعل مختار ہے لیکن خدا کے ارادے کے آگے اس
کی کچھ چل نہیں سکتی جب خدا ہی کسی کو کافر بنانا چاہتا ہے تو وہ مجبور ہو جاتا ہے

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ خدا خود ہی اپنے بندوں اور بعض بندوں سے گناہ کرائے
اور اسکے ہوتے ہوئے گناہ کے ارتکاب پر خود ہی اسکی سزا کرے اور عذاب جہنم میں
مبتلا کرے خدا کی ہستی ان عیوب سے پاک اور منزہ ہے اسلئے وہ کسی بندے کو
کسی برے یا [illegible] کام پر مجبور نہیں کرتا
اسی طرح سے خدا کسی کو اچھے کام پر بھی مجبور نہیں کرتا کیونکہ اس صورت میں وہ کسی انعام کا مستحق
نہیں ہوگا ایک مصور بڑی محنت و جانفشانی سے ایک نہایت بے مثل تصویر تیار کرکے
نمائش میں رکھتا ہے تو دیکھنے والے حضرات جب اس تصویر پر نگاہ ڈالتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں
سبحان اللہ کیا تصویر ہے زبان سے کہتے ہیں تو جیب میں ہاتھ جاتا ہے اور ایک ہزار روپے
کا نوٹ نکال کر دیتے ہیں اور پانچ دیکھتے ہیں اور فورا سوال ہوتا ہے کہ تصویر کس نے بنائی ہے
تو ایک سیاہ فام بدشکل کریہ منظر شخص ایک کونے میں اگر سامنے کھڑا ہوتا ہے اور سلام
کے بعد عرض کرتا ہے کہ حضور اس حقیر نے یہ تصویر بنائی ہے دیکھنے والوں کا تماشائیوں کا
اسکے گرد ہجوم ہو جاتا ہے لگاتے ہیں اسکے چہرے پر رحم کھاتے ہیں ہزار روپے انعام کے وہ
پاتا ہے لیکن وہ خوبصورت تصویر جو سامنے لگی ہے اسے ایک پیسہ کوئی نہیں دیتا
یہ کیوں آخر اس کریہ منظر انسان میں کیا حسن ہے کہ دنیا کی نگاہیں انعامات سے موصوف
انعامات کا وہ مستحق ہو گیا اور حسین تصویر نے کیا جرم کیا ہے کہ کسی بات کی بھی
مستحق نہیں وہ صرف ایک بات ہے وہ یہ کہ تصویر نے اپنا حسن اپنی قوت بازو سے
حاصل نہیں کیا بلکہ مصور نے جیسا بنا دیا بن گئی لہذا کسی انعام کی مستحق نہیں ہے اور مصور نے
اپنی محنت و مشقت سے یہ کمال حاصل کیا ہے لہذا مستحق انعام مرکز نگاہ و قدرشناس
مستحق ہوا و تحسین ہے لیکن اس وصف پیدا ہو گیا ہے جیسے اسکے ظاہری عیوب ازار

اور یہ مشکل یہ بھی پیدا ہو سوال دیا ہے جیسے کمال بھی اور خوبیاں اپنے بندوں سے جبراً
اچھے کام کرائے اسی اچھا بنا دیتا تو انسان کی مثال اس کٹھ پتلی کی سی ہوتی
تصویر کی ہوتی جو کسی انعام و مدح کی مستحق نہیں اور بجائے انعام و مدح کا
مستحق ہونے خود خدا ہوتا لیکن اس نے یہی چاہا کہ وہ انسان کو اس نعمت کمال سے محروم رکھے
اسے نہیں فاعل مختار بنایا کہ اپنی محنت و مشقت سے کمال حاصل کرے اور
دوسرے طرح کے انعام و تعریف مستحق ہو کر اسکی جنتوں کا وارث بن جائے
رہا یہ سوال اسکا کہ پھر حضرت نے ان امور کو خدا سے کیوں مانگا تو اسکا
سبب یہ ہے کہ